بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش آغاز —— لاہور کی اسلامی کانفرنس

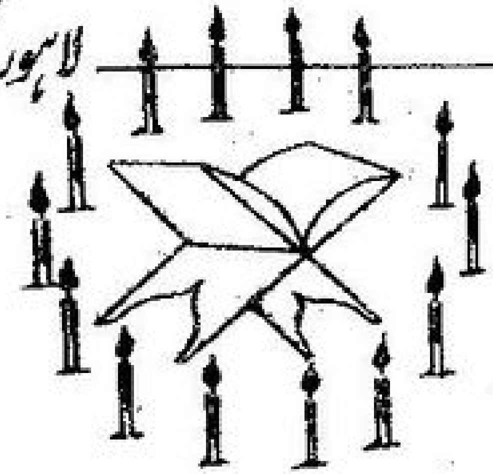

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے

لاہور کی مسلم سربراہ کانفرنس ایک ایسا اقدام ہے جس پر موجودہ حکومت ہزار مخالفتوں کے باوجود بھی لائق تحسین ہے۔ گو کانفرنس سے عالم اسلام کے حق میں کسی بڑے اور اہم انقلابی فیصلے کی امیدیں وابستہ کرنا قبل از وقت سہی مگر مضمرات محرکات اور پاکیزہ مقاصد کی بناء پر مسلمان سربراہوں کا اتنا بڑا اجتماع بذات خود ایک بڑی کامیابی ہے اس لئے کہ یہ اجتماعیت اور اتحاد ملی کا احساس اجاگر ہونے کی ایک واضح علامت ہے۔ اور مسلمانوں کیلئے ایک روشن مستقبل کی غمازی کر رہا ہے۔ مسلمانوں کا باہمی ربط و اتحاد اور ملی و فکری یک جہتی ایک ایسی چیز ہے جسے ہر دور میں مسلمانوں کی فتح و عروج اور بقاء و سالمیت میں ریڑھ کی ہڈی جیسا مقام حاصل رہا ہے۔ قرآن و حدیث اول تا آخر مسلمانوں کو اس اتحاد و اجتماعیت کا سبق اور باہمی افتراق و انتشار تحزب اور انشقاق سے پرہیز کی تلقین سے لبریز ہیں۔ اسلام مشرق و مغرب کے مسلمانوں کو جسد واحد اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار سے تعبیر کرتا ہے۔ بنیان مرصوص، اسنان المشط اور جسد واحد سب اسی تعلیم اتحاد کی تمثیلات ہیں۔ تمام حکماء اسلام اور نور ایمانی سے سرشار اصحاب بصیرت علماء عارفین اور مورخین نے تاریخ کے ہر دور میں مسلمانوں کی فتح و عروج اور ذلت و ادبار کا اولین سبب اسی اتحاد یا افتراق کو قرار دیا ہے۔ دشمنان اسلام نے پہلے ہی دن اس راز کو پالیا تھا۔ اور عہد نبویؐ کے بعد افتراق و انتشار پیدا کرنے کے لئے سیاسی، فکری، نظری اور علمی میدانوں میں کوئی حربہ ایسا نہ چھوڑا، جسے مسلمانوں پر نہ آزمایا گیا جس کی وجہ سے فکری کجروی نظریاتی گمراہی پر مبنی ہزارہا ہزار فرقوں اور جماعتوں کا ظہور ہوا اور الحاد و زندقہ، کفر و شرک، زیغ و فساد کا کوئی شعبہ نہ تھا جو آئے دن مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال اور افتراق و

انشقاق میں مزید اضافہ نہ کرنا گیا ہو۔ بالخصوص یہود و نصاریٰ نے اس حربے کو خوب خوب استعمال کیا یہاں تک کہ ایک وقت آیا کہ خلافت عثمانیہ کی شکل میں رہی سہی اجتماعیت بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دی گئی، قوم و وطن اور رنگ و نسل کے نام پر مسلمان لڑائے گئے، خلافت کا شیرازہ بکھرا اور اس کے چھوٹے چھوٹے اضلاع الگ الگ ریاستوں میں تبدیل کر دیئے گئے۔ نتیجۃً مسلمان دنیا کی ایک فاتح سرخرو اور بالادست قوم ہونے کے باوجود اغیار کے دریوزہ گر اور دشمنوں کے رحم و کرم پر رہنے اور خوشی خوشی طوق غلامی پہننے والی قوم بن کر رہ گئے، اور یہ وہ قوم تھی جسے قدرت نے بے پناہ وسائل رزق، گوناگوں خزائن، بے حساب معدنیات، زمینی قوتوں، پٹرول، سونا، فولاد تک سے بے تحاشا مالا مال کر دیا تھا۔ افرادی لحاظ سے وہ دنیا کی ایک عظیم قوت تھی، جغرافیائی اتصال و ارتباط کے لحاظ سے بھی چین سے لیکر کاشغر تک وہ زمین کے لئے ناف اور دنیا کے لئے دل کی حیثیت رکھتے تھے۔ مگر یورپ نے آپس میں لڑا کر ان کے وسائل کو غنیمت سلطنتوں کو جاگیر اور افراد کو غلام بنالیا وہ ہماری تمام جوہری توانائیوں کو حاصل کرتا اور ہمیں باہمی جنگ و جدال کے نتیجہ میں چار و ناچار اپنے ہی دامن میں پناہ لینے پر مجبور کرنے دیگا کہ ہم گرتے پڑتے اسی کے گھر پر دستک دیتے رہیں۔ اس سے اسلحہ کا سوال کریں اور اپنی خام قوتوں سے بنے ہوئے جنگی ہتھیار کو سود در سود دے کر ایک دوسرے کے خلاف استعمال کریں۔ اور یہ یورپ کا ایک ایسا شیطانی چکر ہے جس میں آزادی کے باوجود آج تک مسلمان ــــ پھنسے ہوئے ہیں۔ ورنہ یورپ میں بالادستی کی کوئی ایسی بات نہ تھی وہ اس صنعتی انقلاب پر فخر نہیں کر سکتا جو انسانوں کو انسانوں سے لڑانے کا ذریعہ اور طبقاتی مسائل پیدا کرنے کا اہم سبب ہے اور جس کی ساری صنعتیں ایشیا اور افریقہ کے خام مواد پر موقوف ہیں اسکی صنعتی اور جنگی بالادستی مسلمانوں کے پٹرول کی مرہون ہے۔

رہ گئی مادی ترقی وہ بالآخر انسانوں کے نہ ختم ہونے والی ہوس و حرص اور خواہش و شہوت کی پرستش پر مبنی تہذیب و تمدن کا ذریعہ بن گئی، نتیجۃً انسان ایک غیر مہذب غیر فطری چوپایہ تو بن گیا۔ انسان نہ رہا ظاہر ہے کہ ایسا تہذیب و تمدن بھی۔ یورپ کی بالادستی کا نہیں زیر دستی کا ذریعہ بننا چاہیے تھا لیکن مسلمان اور افریشیائی اقوام پھر بھی زیر دست اور مجبور و مقہور رہے۔ ذلت و ادبار ان کے مقدر کی چیز نہ تھی لیکن اسی افتراق و انتشار اور باہمی جنگ و جدال نے انہیں غیروں کا لقمۂ تر بنائے رکھا۔ اور یہی وہ اصل بیماری ہے جسکی وجہ سے ہر مسلمان ملک آج بھی کسی نہ کسی سطح پر داخلی اور خارجی بحرانوں میں مبتلا ہے۔ پاکستان اور بنگلہ دیش کا المناک سبق تو تازہ ہی ہے۔ صوبے صوبوں سے اور علاقے علاقوں سے ٹکرا رہے ہیں۔ ایران و عراق آپس میں برسر پیکار ہیں۔ مصر و لیبیا کا اتحاد معرض وجود میں آتے آتے رہ جاتا ہے۔

افغانستان اور پاکستان سرد جنگ میں مبتلا رہتے ہیں۔ مسلم اقلیتیں غیر مسلموں کے ہاتھوں پٹ رہی ہیں۔ قبرص جل رہا ہے، فلسطین تڑپ رہا ہے۔ کشمیر نالہ کناں ہے۔ تھائی لینڈ اور فلپائن کے مسلمان سسک رہے ہیں۔ وسط ایشیا کے بچے کھچے اسلامی آثار بھی مٹ رہے ہیں۔ بھارت کے کروڑوں مسلمان بے دست وپا ہیں۔ عرب عجم سے بدگمان اور عجم عربوں سے کبیدہ خاطر ہیں ۔ ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔

★

ایسے حالات میں مدتوں بعد اجتماع لاہور کی شکل میں روشنی کی ایک کرن عالم اسلام کے افق پر نمودار ہوئی تو کتنی مسرتوں ولولوں اور شادمانیوں کی بات ہوگی ۔ بلاشبہ ایسے اجتماعات ہونے چاہئیں اور مسلمانوں کو درپیش موجودہ مسائل کے ساتھ ساتھ ہمیں اجتماعی طور پر اپنے عروج و زوال فتح و شکست اور ذلت و پستی کے اسباب کا کھوج بھی لگاتے رہنا اور ساتھ ہی خرابی اور بربادی کا مداوا بھی کرنا چاہئیے ، بلاشبہ اس اجتماع میں عربوں کے مسائل کو اولین مقام حاصل ہونا چاہئیے۔ مٹھی بھر یہودیوں کا اسرائیل استعمار کے بل بوتے جسد اسلام میں ایک خنجر اور ایک رستا ہوا ناسور بنا ہے ۔ اسرائیل مسلمانوں کیطرف سے کسی بھی رواداری کسی بھی مصلحت کسی بھی چشم پوشی یا نرم رویہ کا مستحق نہیں بلکہ اس بارہ میں ہمارا اسوہ حضور نبی کریمؐ کی زندگی کا قول اور عمل ہونا چاہئیے۔ کہ ابھی ہتھیار نہیں رکھے تھے کہ جبرائیل کی اطلاع پر یہود کا پوری طرح قلع قمع کرنے کے لئے دوبارہ مستعد ہوگئے ۔ اور وفات کے وقت بھی آخری وصیت یہی تھی کہ یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال دیجئے ، کہیں انہیں قدم جمانے کا موقعہ نہ ملے اور ارشاد ربانی یہی تھا کہ وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ۔ جب تک فتنۂ کفر کی پوری بیخ کنی نہ ہو تمہیں آرام کرنے کا حق نہیں بلکہ تمہیں لڑتے رہنا ہے۔

بیت المقدس کی بازیابی ہمارے دین ہماری عزت ہماری عظمت رفتہ کی بحالی کی بات ہے۔ اس سے کم کوئی بات قبول کرنا اسلامی سربراہوں کیلئے خودکشی کے مترادف ہونا چاہئیے۔ لیکن ارض مقدس اور فلسطین کے ساتھ ساتھ قبرص و فلپائن اور کشمیر بھی نگاہوں سے مستور نہیں رہنا چاہئیے ۔ ساری دنیا کے کافر ملکوں میں مسلم اقلیتیں بیشمار مسائل سے دوچار ہیں اور کہیں تو موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا، اسلامی زعماء اور ان کیلئے اس کا بھی حل تلاش کرنا ہوگا۔

★

اتحاد و باہمی ارتباط کیلئے ضروری ہے کہ مادی اور ظاہری تمام وسائل بروئے کار لائے جائیں ۔ مشترکہ فوجی ہائی کمان ، باہمی تجارتی و معاشی تعلقات مشترکہ منڈی اپنی ایک ، الگ مسلم جمعیۃ الاقوام مسلم خبر رساں

ایجنسیاں غیر سودی بنیادوں پر اسلامی بنک کا قیام یہ اور اس قسم کی ہزاروں چیزیں ہیں جو مسلمانوں کی ترقی و بقاء اور فعالیت کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ اور اس پر اتحاد و ربط کی بنیادیں استوار ہو سکتی ہیں۔ مگر مسلمانوں کے اتحاد کا اصل سررشتہ ان تمام مادی اور ظاہری باتوں سے بڑھ کر جن غیر محسوس اور روحانی چیز دل پر ہے وہ ہے ایمان کی پختگی اور اسلام کی راستبازی اور اس سے صحیح اور کامل شکل میں وابستگی یہ روح اور عقیدے کا رشتہ ہے جو ابدی اور لازوال ہے۔ نہیں اگر صحیح معنوں میں کبھی جوڑا ہے۔ یا جوڑ سکتا ہے تو وہ یہی رشتہ ایمان و اسلام اور اتحاد قلب و نظر ہے جس کے مقابلہ میں پوری زمین اور اس کے ساری قوتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتی جو لوگ اتحاد فکر و نظر کو مادی حیثیتوں سے دیکھنے اور اسے جسمانی آرٹ و کلچر کے زاویوں سے ناپتے رہتے ہیں وہ ہمیشہ غلطی پر ہیں۔ الفت و محبت اور اجتماع و ربط کے اسباب مسلمانوں کے اوّلین عہد سعادت میں بھی مادی نہیں ربانی اور خدائی تھے حضورؐ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ——— و الّف بین قلوبہم ایمان و اسلام کو ذریعہ الفت بنا دیا۔ اور آگے صرف زمینی اور مادی قوتیں نہیں بلکہ تمام مافی الارض کی حقارت بھی کسی طرح واضح کر دی کہ لو انفقت مافی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم ——— مسلمان مشرق کا ہو یا مغرب کا ——— لا الٰہ الا اللہ کہنے اور اسلام اور عقیدہ کے اتحاد کے بعد کسی دوسرے کلچرل اور ثقافتی معاہدے کا محتاج نہیں۔ عقیدہ کا استحکام اس اتحاد کو غیر فانی دوام بخش دیتا ہے۔

اس لئے ایسے اجتماعات اور کانفرنسوں میں اس بنیادی سبب ——— ایمان کی تجدید اسلام کی تعمیل اور اس سے اپنی وابستگی کو غور و فکر کا بنیادی مسئلہ بنانا چاہئے۔ نظریاتی بنیادوں کی تطہیر و استحکام اس کے لئے قرآن اور قرآنی تعلیمات کو عام کرنے اسلامی تعلیمات کو اپنی تعلیم و تربیت کی پالیسیوں کا محور بنانے پر غور کرنا چاہئے، نوجوان نسل دین سے دور ہوتی اور ان کے دل و دماغ پر اغیار کی گرفت مضبوط ہوتی جا رہی ہے، اور اسلامی معاشرہ ہر جگہ مغرب کی مادہ پرستانہ تہذیب کی زد میں ہے۔ عقائد و نظریات کو اوہام و خرافات شک اور تذبذب کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اسلام کی نظریاتی سرحدات میں دخل اندازی ہو رہی ہے۔ مسلمانوں کے اندر رہتے ہوئے۔ کچھ لوگ نئی نبوتوں کا علم اٹھا کر پورے عالم اسلام اور دنیا میں ملت مسلمہ کا شیرازہ منتشر کرنے کے درپے ہیں اور وہ ملت کے اتحاد کے لئے ضرب کاری بنے ہوئے ہیں۔ کوئی مسلمانوں کے معاش و اقتصاد کا رشتہ اسلام سے توڑنا چاہتا ہے۔ تو کوئی اخلاق و افکار کا، کوئی سیاست کی گاڑی مدینہ طیبہ سے موڑ کر امریکہ اور روس کی طرف دھکیلنا چاہتا ہے۔ تو کوئی اسلام کا نظام عدل یورپ کی لعنتی جمہوریت کے خراد پر چڑھا رہا ہے۔

یہ اور اس طرح وہ تمام باتیں جو امت مسلمہ، ابراہیمی ملت کے رشتۂ اتحاد "ملت" کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔ اسلامی سربراہوں کے غور و فکر کا مرکز نہ بن سکیں تو نہ مسائل ختم ہو سکیں گے۔ نہ بیماری کا علاج ہو سکے گا۔

عالم اسلام کو جلد یا بدیر محض اعزاز و اکرام کے طور پر سہی کسی مرکزی شخصیت اور مرکزی لیڈر کے بارہ میں بھی سوچنا پڑے گا۔ جو خلیفہ اور خلافت ختم ہونے سے پیدا ہونے والی خلاء کی کچھ تو تلافی کر سکے اور مسلمانوں کی مرکزیت کا ذریعہ بن سکے۔ عربی زبان کی اشاعت و فروغ اور اسے باہمی اتحاد کا ایک بنیادی ذریعہ قرار دینا بھی وقت کے اہم تقاضوں میں شامل ہے۔ یہ اور اس طرح کی بے شمار چیزیں عالم اسلام کے لئے ایسے باہمی اتحاد کا ذریعہ بن سکتی ہیں جو پائیدار، مستحکم اور غیر فانی و لازوال ہو۔

ہماری دعا ہے کہ لاہور کی بین الاقوامی کانفرنس اعلیٰ سے اعلیٰ اور زیادہ سے زیادہ مثبت نتائج کا ذریعہ ثابت ہو اور نہ صرف پاکستان بلکہ پورا عالم اسلام اس کی برکات سے مالامال ہو اور خدا اسے دشمنوں اور اغیار کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھ کر کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کر دے آمین وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

حضرت مولانا میاں مسرت شاہ کاکاخیل رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ مولانا عبدالحق صاحب نافع گل مرحوم و مغفور جیسے جید اور ممتاز علامہ یگانہ کے وصال کے علاوہ کئی اور علمی و دینی حادثے بھی پیش آئے۔ ان داغِ مفارقت دینے والے بزرگوں میں حضرت مولانا الحاج میاں مسرت شاہ صاحب کاکاخیل بھی شامل ہیں۔ موصوف نہ صرف جید عالم تھے بلکہ اپنی خداداد وجاہت، عزت و ثروت اور اثر و رسوخ کو بھی عمر بھر دین اور علوم دینیہ کی اشاعت و فروغ میں صرف کرتے رہے وہ اپنی حیاتِ مستعار کو علمی اداروں اور دینی کاموں میں لگا کر انشاء اللہ حیاتِ جاودانی حاصل کر چکے ہوں گے۔ مگر علمی و دینی حلقے ان کی جیتی جاگتی اور پروقار شخصیت کو مدتوں روتے رہیں گے۔ دارالعلوم حقانیہ سے تو ان کا تعلق جسم و روح جیسا تھا۔ دارالعلوم کے تمام تنظیمی کاموں میں پیش پیش رہتے اور شوریٰ کے اجلاس کی تو جان تھے۔ عموماً صدارتِ شوریٰ بھی آپ ہی فرماتے اور اپنی میٹھی حکیمانہ اور مشفقانہ باتوں سے ارکان کو نیا جوش اور ولولہ بخش دیتے۔ سیاسی مخالفتوں کے باوجود بھی علماء اور اہلِ علم کے قلوب میں ان کا وقار قائم رہا کیونکہ ان کا کوئی فیصلہ گو بظاہر عام مزاج کے خلاف بھی ہوتا مگر خلوص اور للہیت پر مبنی ہوتا۔ صوبہ سرحد کے علمی و دینی حلقے عموماً اور دارالعلوم حقانیہ میں خاص طور پر ان کی خلاء مدتوں محسوس ہوتی رہے گی۔ حق تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات قرب سے نوازے اور ان کے گرامی قدر صاحبزادگان اور تمام خاندان کو صبر جمیل اور ان کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی توفیق سے نوازے۔ مولانا مرحوم